صدرالافاضل کی سیاسی بصیرت

قومی وملّی تحاریک میں
صدرالافاضل
مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
کی سیاسی بصیرت اور کردار وعمل کا ایک مطالعاتی جائزہ

حسبِ ارشاد
حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی ضیائی چشتی صابری
(اُستاذ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی)

از رشحات قلم
محمد احمد ترازی

صدرالافاضل کی سیاسی بصیرت

قومی وملّی تحاریک میں
صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ
کی سیاسی بصیرت اور کردار وعمل کا ایک مطالعاتی جائزہ

حسب ارشاد
حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی ضیائی چشتی صابری
(اُستاذ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی)

از رشحات قلم
محمد احمد ترازی

ناشر
مکتبہ نعیمیہ (دارالعلوم نعیمیہ) بلاک ۱۵، فیڈرل بی ایریا کراچی



نام کتاب ...... صدر الافاضل کی سیاسی بصیرت

زیرِ سرپرستی ...... حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی ضیائی چشتی صابری

مؤلف ...... محمد احمد ترازی

ناشر و تقسیم کار ...... مکتبہ نعیمیہ (دارالعلوم نعیمیہ، فیڈرل بی ایریا، کراچی)

مطبع ...... الناصر ریسرچ اکیڈمی، کراچی
0300-2080345 - mnkchishti@gmail.com

اشاعت اوّل ...... شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ/ جون ۲۰۱۴ء

صفحات ...... بتیس (۳۲)

ہدیہ ...... -/۵۰ روپے

ملنے کے پتے

- دارالعلوم نعیمیہ، بلاک نمبر ۱۵، دستگیر سوسائٹی ایف بی ایریا کراچی ۳۸
  فون نمبرز: 0300-3532440, 021-36324236
- مکتبہ غوثیہ ہول سیل نزد پرانی سبزی منڈی حاجی جلال بلڈنگ، فرقان آباد کراچی
  فون نمبرز: 021-34910584 - 34926110
- ضیاء القرآن، انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی
  فون نمبرز: 021-32630411 - 32210212
- مکتبہ رضویہ، گاڑی کھاتا، آرام باغ، کراچی

سخن جمیل

حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی ضیائی چشتی صابری
(اُستاذالحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی)

عزیزم محمد احمد ترازی زید مجدہٗ کو اللہ تبارک وتعالی اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے جزاء خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے صدرالافاضل فخرالاماثل امام المناظرین حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اشرفی علیہ الرحمہ کی سیاسی بصیرت کو اجاگر کرنے کیلئے یہ کتابچہ تحریر کیا ہے۔ احقر موصوف کو نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ سلسلہ عالیہ نعیمیہ کے تمام وابستگان کی طرف سے دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

17 جنوری 1971 کو اس دنیا میں آنے والے محمد احمد ترازی قلم کی عزت وحرمت کا خیال رکھنا جانتے ہیں۔ محمد احمد ترازی پاکستان سوئیڈیشن انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی سے میکینکل ٹیکنالوجی میں DAE کی ڈگری بھی رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک پرائیویٹ ادارے میں بحیثیت Machinist کیا اور 11 سال تک اس فیلڈ سے وابستہ رہے۔ انہیں زمانہ طالب علمی سے ہی لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ ان کے مضامین ملک بھر کے اخبارات اور رسائل وجرائد میں شائع ہورہے ہیں۔ آج کل موصوف ایک پرائیویٹ ادارے میں کام کرتے ہیں اور رات میں دن بھر کے تھکے ہارے جسم اور چکنا چور اعصابی نظام کو آرام دینے کے بجائے لکھنے پڑھنے کا شوق پورا کرتے ہیں۔

بین الاقوامی تعلقات عامہ میں ماسٹرز کی ڈگری رکھنے والے محمد احمد ترازی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کی وہ دینی رجحان اور احساسات کے حامل ہونے کیساتھ ساتھ کسی مخصوص مکتبہ فکر کے ترجمان ہیں، نہ کسی علاقائی، رنگ ونسل اور زبان وقومیت کی تقسیم پر یقین رکھتے ہیں، وہ بے حد مخلص، ایثار پسند اور اپنے موقف پر قائم رہنے اور حقائق کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھ نتیجہ اخذ کرنے کا ہنر جانتے ہیں اُن کے حلقہ احباب کے وسیع نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے صحافتی عقیدے کی طرح عام زندگی میں بھی سچے اور کھرے انسان ہیں، اپنی قلمی اور علمی جدوجہد کے نتیجے میں وہ حلقہ صحافت میں بلند مقام اور رتبہ حاصل نہ کرسکا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے قلم کی سیاہی میں مداح سرائی اور خوشامد کی آمیزش نہیں کرتے، وگرنہ محمد احمد ترازی کا مدلل، دل نواز اور پُر اسلوب تحریر بڑا کارگر ثابت ہوتا۔

محمد احمد ترازی کی جس بات سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ یہ ہے کہ وہ زندگی کو خدائے بزرگ برتر کی سب سے بڑی نعمت تسلیم کرنے کے باوجود سماج کے ضمیر فروشوں کی طرح حیات کو اس کی قدر و قیمت سے زیادہ اہمیت وحیثیت دینے پر تیار نہیں۔ جناب محمد احمد ترازی عہدحاضر کی جلیل القدر شخصیت علامہ شاہ احمد نورانی کی ذات سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

صدرالافاضل کا مختصر سوانحی خاکہ

صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ کی ولادت ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ بمطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو مرادآباد (یوپی، بھارت) میں ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور ۱۹۰۲ء میں تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں مدرسہ امدادیہ مرادآباد سے دستار فضیلت حاصل کی۔ (۱) مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا محمد گل صاحب جیسے عارف کامل، فاضل اجل اور جلیل القدر استاد جو علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر، فن حدیث اور علم التوقیت میں ید طولیٰ رکھتے تھے، کے نامور شاگرد رشید تھے۔

آپ کو علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی اور حکیم شاہ فضل احمد امروہیؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا، شاعری میں اپنے والد ماجد استاذ الشعراء مولانا معین الدین نزہتؒ سے فیض یاب تھے اور نعیم اور منعم تخلص فرماتے تھے۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی حضرت شاہ محمد گل صاحبؒ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ شاہ صاحبؒ نے آپ کو حضرت شاہ علی حسین کچھوچھویؒ کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ ''حضرت اس کا جو حصہ میرے پاس تھا وہ میں نے دے دیا اور جو کچھ آپ کے پاس ہے، آپ دے دیں''۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ نے آپ سے استفادہ کیا اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔ بعد میں حضرت شاہ علی حسین کچھوچھویؒ کی اجازت سے امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ سے بھی اعزازی خلافت واجازت حاصل کی لیکن بیعت سلسلہ قادریہ اور اشرفیہ میں کرتے تھے۔ برصغیر پاک وہند کے دوسرے سلاسل حدیث میں مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ کو یہ خصوصی امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ کا سلسلہ (سند) حدیث براہِ راست حجاز مقدس سے مربوط ہے۔ (2)

استاذ العلماء اور صدرالافاضل کے القاب

مولانا نعیم الدین مرادآبادی تدریسی کمال کی وجہ سے "استاذ العلماء" کہلائے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ اور برصغیر کے اکابر علماء نے اُنہیں "صدرالافاضل" کے خطاب سے بھی نوازا۔ صدرالافاضل نے ۱۹۱۰ء میں مرادآباد میں مدرسہ انجمن اہلسنّت و جماعت کی بنیاد رکھی جو ۱۹۳۳ء میں "جامعہ نعیمیہ" جیسی عظیم درس گاہ میں تبدیل ہوگیا۔ اِس مدرسہ انجمن سے فیض یاب تلامذہ "مفتی محمد عمر نعیمی، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، ابوالبرکات علامہ سید احمد قادری، مولانا مفتی محمد نوراللہ نعیمی، علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری، مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی احمد یار خاں نعیمی، رئیس المناظرین علامہ محمد اجمل سنبھلی، مفتی غلام معین الدین نعیمی، علامہ سید غلام محی الدین نعیمی، مولانا شائق احمد نعیمی، علامہ غلام نذیر الاکرم نعیمی، مفتی اشفاق احمد نعیمی، مفتی محمد امین نعیمی، علامہ بشیر احمد نعیمی، مفتی محمد عبداللہ نعیمی، مفتی محمد اطہر نعیمی، حافظ قاری مسعود احمد صابری دہلوی ابن الشاہ محمد کرامت اللہ چشتی صابری وغیرہم پاک و ہند میں بہت سی جامعات کے بانی، مفسر و محدث، مناظر، مصنف اور متعدد رسائل کے بانی و مدیر بنے۔

صدر الافاضل متبحر عالم دین اور صاحب بصیرت سیاستدان بھی تھے، آپ کی مذہب و سیاست پر گہری نظر تھی۔ دینی وملی، سیاسی وسماجی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کے باوجود صدرالافاضل نے تقریباً دو درجن کتابیں یادگار چھوڑیں۔ امام احمد رضا خان بریلویؒ کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان" پر بے مثال تفسیری حاشیہ بنام "خزائن العرفان" آپ کی مشہور یادگار ہے۔ آپ کی علمی صلاحیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت فاضل بریلویؒ نے "الطاری الداری" کے مسودے میں صدرالافاضل کی بعض ترمیمات کو قبول فرمایا اور انھوں نے صدرالافاضل کو متعدد مواقع پر اپنی جگہ نمائندگی کیلئے بھی بھیجا۔ صدرالافاضل کو تفسیر، حدیث، علم کلام، فقہ واصول، ہیئت وریاضی، نجوم، علم التوقیت وعلم الفرائض اور دیگر علوم وفنون کے علاوہ فن تقریر و مناظرہ میں بھی مہارت حاصل تھی۔ آپ اپنے وقت کی تمام اسلام مخالف قوتوں سے نبرد آزما رہے اور میدان ہمیشہ آپ کے ہاتھ رہا۔

صدرالافاضل اپنے علمی کمال، شرافت نفس، اتباعِ شریعت، زہدو تقویٰ، حق گوئی، جرأت و بے باکی اور دین حق کی حفاظت کے معاملے میں فقید المثال شخصیت کے مالک تھے۔ 19 ذی الحجہ 1367ھ/22 اکتوبر 1948ء کو 67 برس کی عمر میں عالم اسلام کے اس بطل جلیل نے داعی اجل کو لبیک کہا اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے احاطے میں واقع جامع مسجد کے بائیں پہلو میں آسودہ خاک کیا گیا۔

قومی وملی تحریکوں میں صدرالافاضل کا مدبرانہ کردار

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ نے تحریک خلافت وترکِ موالات اور ہندو مسلم اتحاد کے جذباتی دور میں فاضل بریلویؒ کے بصیرت افروز نقطہ نظر کی بھرپور حمایت کی، صدرالافاضلؒ کی اُمور دینیہ کے ساتھ سیاست پر بھی گہری نظر تھی، آپ نے میدان سیاست میں نیشنلسٹ علماء کی سازشوں کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیے۔

ذیل میں ہم صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ کے عہد کی قومی وملی تحریکوں میں آپ کے کردار وعمل اور سیاسی بصیرت کا ایک مختصر جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دور میں جب کہ قائداعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی، فاضل بریلویؒ اور آپ کے خلفاء اسلامی غیرت وحمیت کے بے مثال جوش وجذبے کے ساتھ منظر عام پر آئے۔ اِس مرحلے پر انہوں نے اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کی بھی پروا نہیں کی، پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

''وہ (فاضل بریلوی) بستر علالت پر پڑے تھے اور تہمت خلق کے بادل چاروں طرف منڈلا رہے تھے۔ انہوں نے اور اُن کے بعض خلفاء وتلامذہ نے جس مومنانہ فراست کا ثبوت دیا وہ اب چاند کی طرح چمکتی ہوئی نظر آتی ہے، مگر اُس وقت جذبات کی آندھیوں نے دمکتے چہرے چھپادیئے تھے۔''(3) فاضل بریلوی کے اُن بعض معاصرین اور خلفاء میں صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ سرفہرست تھے، جن کی سرپرستی میں ماہنامہ ''السوادالاعظم'' (جو دسمبر 1919ء میں مراد آباد سے جاری ہوا تھا) نے بہت متحرک اور

فعال کردار ادا کیا۔ السواد الاعظم کے اجراء کا مقصد ہی یہی تھا کہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو واپس لایا جائے، ملّی وحدت کو قائم کیا جائے اور اخلاق اور طرز معاشرت کی اصلاح کی جائے۔ اِس مقصد کا اظہار ماہنامہ ''السواداعظم'' کی لوح پر درج اِس جملے سے بھی ہوتا ہے۔

''حمایت مذہب، اصلاح معاشرت، تہذیب اخلاق کیلئے شائع ہوتا ہے۔''(4)

ماہنامہ ''السوادالاعظم'' کے شمارے بتاتے ہیں کہ اِس رسالے کے سرپرست اعلیٰ صدرالافاضلؒ اور مدیر تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمیؒ ایسی بے مثال سیاسی بصیرت کے حامل تھے، جو اُن کے معاصر مسلم قائدین میں ناپید تھی۔ اِن اکابرین نے ماضی کی روشنی میں حال کو پرکھا اور مسلمانوں کے روشن مستقبل کے امکانات کا جائزہ لیا۔ حضرت صدرالافاضلؒ اور آپ کے رفقاء مسلمانوں کے عروج وزوال اور ہندوستان میں اُن کی غفلت و بے حسی کا شدید احساس رکھتے تھے۔ درج ذیل تحریر اُن کے اِسی احساس کی عکاسی کرتی ہے:

''آج کل وہ ترقی کا زمانہ ہے کہ ہر فرقہ، ہر گروہ، ہر مذہب ترقی کے میدان میں نعرے بلند کررہا ہے، ہر ایک کے یہاں آل انڈیا کانفرنس قائم ہورہی ہے، ہر ایک بہبودی اور اشاعت کے ذرائع سوچتا ہے اور عمل میں لاتا ہے، کبھی آریوں کا گروکل ملاحظہ فرمایئے، کس جوش سے انہوں نے اِس میں شرکت کی، اپنی جان و مال، اولاد و آبرو، سب اِس پر نثار کردیے اور اِسی کو اپنے لیے سب کچھ سمجھ لیا، غرض ہر ایک اپنی کوشش میں سرگرم ہے، مگر افسوس کہ اہلسنّت کی آرام وراحت والی رات ابھی ختم نہیں ہوئی، اُن کی صبح ابھی نہیں چمکی، اُن کی قسمت کا ستارہ اب تک اَوج پر نہیں آیا، یہ آج تک اسی غفلت میں ہیں۔''(5)

علماءِ کرام کی عملی سیاست سے دوری کا نقصان

تحریر گواہ ہے کہ آپ نے برصغیر کے مسلمانوں کو جھنجھوڑنے، جگانے اور انہیں وقت کا تقاضا سمجھانے کی پوری کوشش کی۔ عیسائیت کا نظریہ ہے کہ ''کلیسا کو کلیسا کا حق دو اور قیصر کو قیصر کا'' آج عیسائیت کا یہ اصول ہمارے یہاں بھی لاگو کردیا گیا ہے، جس کی وجہ سے دین سے بیزار ایک مخصوص طبقہ فکر کے لوگ علماء کو سیاست میں آنے کا حق دینے کو تیار

نہیں ہیں، اِن لوگوں کے نزدیک علماء کا سیاست میں کوئی کام نہیں جبکہ اسلام میں سیاست دین کا ایک شعبہ اور لازمی جزو ہے، اُس دور میں بھی یہی پروپیگنڈا شدومد کے ساتھ کیا گیا کہ علماء کا سیاست میں کوئی کام نہیں، وہ صرف دین کا کام کریں اور سیاسی لوگوں کو سیاسی کام کرنے دیں۔صدرالافاضلؒ نے السوادالاعظم کے شماروں میں اِس باطل نظریئے کا سختی سے رد کرتے ہوئے لکھا"طبقہ علماء کی نسبت تو انہوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ یہ سیاسیات سے محض نابلد ہیں اور اِن کو نظم ونسق کے کسی کام میں دخل دینا بھی نہ چاہیے، یہ بھی اِس جذبہ حرص وآز اور شوق جاہ کا ایک چٹکلا ہے کہ علم وفضل والا طبقہ اگر اِس طرف متوجہ ہوگیا تو بہت سی نشستیں لے جائے گا اور یار لوگوں کیلئے کرسیاں کم رہ جائیں گی۔طبقہ علماء جو علمی دقائق کو حل کرنے میں مشاق ہے اور جس کا دماغ بہترین معلومات سے روشن ہورہا ہے اگر وہ دنیوی انتظام کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے تو بے کوفت وکلفت اُن سے بدرجہا بہتر کام انجام دے سکتا ہے، مگر یہ طبقہ انکسار، تواضع، ایثار کا عادی ہے، خودنمائی اور جاہ طلبی سے متنفر ہے اِس لیے کبھی اِس میدان میں قدم نہیں رکھتا۔"(6)

یہی وجہ تھی کہ اکابرین اہلسنّت نے عملی سیاست سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہوئے اُن قوتوں کی تائید وحمایت اور بھرپور مدد کی جنھوں نے قومی وملّی جدوجہد میں دینی وشرعی اصولوں کو ترجیح دی، صدرالافاضل خود تحریر کرتے ہیں کہ:

"ہم نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آنا علماء کیلئے پسند نہیں کیا۔لیکن ہم نے مسلم لیگ کے مخالفین کا بڑی شدت سے مقابلہ کیا اور اِس کا مقصد مسلم لیگ کو ممنون کرنا ہرگز نہیں تھا، کیونکہ ہم نے اپنا کردار ہمیشہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ادا کیا ہے۔"(7)

1919ء میں جب تحریک خلافت کا آغاز ہوا تو اُس کے ساتھ دو تحریکیں اور شروع ہوئیں، ایک تحریک ترک موالات، دوسری تحریک ہندومسلم اتحاد۔اُس وقت بعض سنّی علماء اخلاص اور نیک نیتی کی بنیاد پر اِن تحریکوں میں شامل ہوئے، مگر اِن حالات میں آپ نے غیروں کا حاشیہ بردار بننے کے بجائے مسلمانوں میں سیاسی شعور کی بیداری میں

حصہ لیا اور تحریک خلافت کا حصہ بننے والے سنّی علماء کو سمجھانے کی بھی کوشش کی، درحقیقت صدرالافاضلؒ کی نگاہ بصیرت نے تحریک کی ابتداء ہی میں بھانپ لیا تھا کہ اِس تحریک کا نتیجہ دھوکے اور فریب کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ ہندو بنیئے کے مخفی عزائم سے باخبر تھے اور جانتے تھے کہ اِس طرح ہندو غالب آجائیں گے۔

چنانچہ صدرالافاضل کی سرپرستی میں ماہنامہ السواد الاعظم نے اِن تحریکوں کی خلافِ شرع روش کا محاسبہ کرتے ہوئے مجاہدانہ کردار ادا کیا، حالانکہ تحریک خلافت کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب عوام کی عقل وخرد کی ڈوریں ابن الوقت اور موقع پرست لیڈروں کے ہاتھوں میں تھیں اور عوام سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے تھے، ایک طرف بے تیغ وتفنگ جہاد کی تیاریاں جاری تھیں تو دوسری جانب رقص وسرود اور کھیل تماشوں کی محفلیں بجی ہوئی تھیں، یہ دوعملی تحریکی مقاصد کیلئے زہر قاتل تھی، یہی وجہ تھی کہ قول وفعل کے اِس تضاد سے درمندانِ قوم مضطرب و بے چین تھے، اِس صورتحال پر صدرالافاضلؒ کا اٹھایا ہوا سوال بہت اہمیت کا حامل ہے، آپ پوچھتے ہیں ”کیا انہیں کے قلوب میں سلطنت اسلامیہ کا درد ہے؟ یہی بے چین ومضطرب ہیں۔“ (8)

مقصد یہ تھا کہ علمائے اہلسنّت بھی اِس صورتحال میں اِسی کیفیت اور تکلیف سے دوچار ہیں مگر اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خلافت عثمانیہ کی حفاظت و بحالی کیلئے احکام شرعیہ کو پس پشت ڈال دیا جائے اور تحریک کی باگ دوڑ وقیادت اور برصغیر کے مسلمانوں کے مستقبل کا فیصلہ گاندھی جیسے متعصب ہندو کے ہاتھوں میں سونپ دیا جائے، چنانچہ اِس نازک موقع پر جب علماء اہلسنّت بالخصوص فاضل بریلویؒ اور صدرالافاضلؒ نے ہندوؤں کے مخفی عزائم کی طرف توجہ دلائی اور مسلمانوں کو اُن کے مکروفریب سے باخبر کیا تو مخالفین نے اِن کے خلاف ہمہ گیر تحریک چلائی اور مشہور کردیا گیا کہ علماء کا یہ گروہ انگریز کا تنخواہ دار اور حمایتی ہے۔

ماہنامہ السواد الاعظم اور اسلامی صحافت

السواد الاعظم نے دروغ گوئی پر مبنی اِن الزامات کی سختی سے تردید کرتے ہوئے لکھا کہ:

''وہ کون سی بات ہے جس کی وجہ سے علمائے اسلام گورنمنٹ کے تنخواہ دار سمجھے گئے۔؟ کیا شعائرِ اسلام کے مٹنے سے راضی نہ ہونا، مسلمانوں کو مراسم شرک میں مبتلا ہونے سے روکنا۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ خود غرض خوب جانتے ہیں کہ علماء کج روی اور بے راہی کی کبھی حمایت نہیں کر سکتے اس لیے وہ اپنی اغراض کو پورا کرنے کیلئے عوام کو علماء سے بدظن کرنا ضرور تصور کرتے ہیں۔ جب علماء کی آواز عوام تک نہ پہنچے اور اُن کو سرکاری آدمی سمجھ کر کوئی اُن کی بات کان لگا کر نہ سنے تو پھر گاندھی اور لیڈروں کا جادو چل جانا کیا مشکل ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے شعائر مذہب سے بیگانہ اور ہندوؤں میں جذب ہوتے چلے جاتے ہیں۔''(9)

السواد الاعظم اِن اسلام دشمنوں کے تمام سیاسی حربوں کا ذکر کرنے کے بعد اِس سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے مسلمانانِ ہند کو خبردار کرتا ہے کہ:

''مسلمانو ہوشیار! دولت اسلام کی نگہبانی کرو، اپنے دین وملت کو بچاؤ، اپنی ہستی اپنے ہاتھوں فنا نہ کرو۔ یاربّ مسلمانوں پر کرم فرما، اے تاجدار عربی ﷺ اُمت کی بے کسی پر نظر کرم فرمایئے، اللہ کرے کہ ہمارے لیڈران دردآشنائے مذہب ہوں اور شریعت طاہرہ کے حریم وحدود کی عزت وتوقیر اور صیانت وحفاظت اپنی سعادت سمجھیں۔''(10)

دراصل صدرالافاضل نے اِس تحریک کی ظاہری شکل وصورت، چمک دمک اور گاندھی کی چالاکیوں کے پس پردہ مقاصد کو دیکھ کر روحانیت اور مومنانہ فراست سے جو نتیجہ اخذ کیا، وقت نے اُسے صحیح ثابت کر دکھایا، خود برصغیر کے مسلمانوں نے بھی دیکھ لیا کہ خلافت کمیٹی گاندھی کی اسیر اور کانگریس کی منافقانہ چالوں کا شکار ہوکر ہندوؤں کی قصیدہ خواں بن گئی اور اُس کا تمام تر سرمایہ جو مسلمانوں کے گاڑھے خون پسینے کی کمائی تھی، کانگریس کے استحکام، ترویج وترقی اور اشاعت پر خرچ ہوا۔ ذیل میں ''حیات صدرالافاضل'' کا اقتباس آپ کی اِسی معاملہ فہمی اور دور بینی کا اظہار ہے:

''دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ ہندوؤں پر بھروسا کرنا کسی وقت بھی صحیح نہ تھا، فرمان حق، حق

نکلا، کفار سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی توقع رکھنا سخت نادانی اور عاقبت نااندیشی ہے"۔

اَمرِ واقعہ یہ ہے کہ فاضل بریلویؒ، آپ کے خلفاء اور بالخصوص صدرالافاضلؒ کو تحریک خلافت کے مقاصد سے نہیں بلکہ اُس کے طریقہ کار سے شدید اختلاف تھا، کیونکہ سیاست جدیدہ میں صرف مقاصد پر نظر ہوتی ہے، ذرائع کو اہمیت نہیں دی جاتی، مگر اسلام نے سیاست کا جو معیار مقرر کیا ہے اُس میں مقاصد اور ذرائع دونوں اپنی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں اور دونوں کا ہی محاسبہ کیا جاتا ہے۔یہی وجہ تھی کہ فاضل بریلویؒ اور صدرالافاضلؒ نے تحریک خلافت کے کیلئے اختیار کیے گئے ذرائع پر سخت تنقید اور اعتراض کیا، اگر ایمانداری اور دینی غیرت وحمیت کی روشنی میں اِن اعتراضات کا جائزہ لیا جاتا اور اصلاح احوال کی کوشش کی جاتی تو عین ممکن تھا کہ تحریک خلافت اپنے مقاصد کے حصول میں کسی حد تک کامیاب ہو جاتی، مگر افسوس کہ ایسا نہیں کیا گیا، بلکہ جن لوگوں نے اصلاح احوال کی جانب توجہ دلائی، حاسدین نے الٹا انہیں ہی مورد الزام ٹھہراتے ہوئے مسلمانوں کا دشمن، انگریزوں کا ایجنٹ اور تحریک خلافت کا مخالف قرار دے دیا لیکن فاضل بریلویؒ، ان کے صاحبزادگان، خلفاء اور بالخصوص صدرالافاضلؒ نے مخالفت کے اِس سیلاب بلا کا نہایت ہی عزم، حوصلے اور استقامت سے مقابلہ کیا اور مسلمانان ہند کو دین اسلام کی حقیقی راہ پر گامزن رکھنے کی پوری کوشش کی۔

تحریک خلافت کے ساتھ ہی 1920ء میں جب گاندھی نے "تحریک ترک موالات" کا آغاز کیا تو مسلمان جوق در جوق اِس تحریک میں شامل ہونے لگے، اِس موقع پر صدرالافاضلؒ نے ہندو بنیے کی فطرت اور عزائم کی نقاب کشائی کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"ہندو نادان نہیں، اُن کی کوئی حرکت مکر سے خالی اور بے کار نہیں، وہ ہر کام کیلئے کوئی مقصد رکھتے ہیں، اُن کا ہر عمل اِسی مقصد کے محور پر گردش کرتا ہے، جب تم نے انہیں پیشوا بنایا تو وہ اپنے مقصد کو مقدم رکھیں گے۔" آپ آگے چل کے فرماتے ہیں:

"میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ترک تعاون کا خیال مسٹر گاندھی کے دماغ میں

مدت دراز سے مرکوز ہے، اُن کے کارنامہ زندگی سے اِس کے دلائل ملیں گے لیکن وہ اپنے اِس مقصد میں اپنی خواہش کے موافق کامیابی سے محروم رہے ہیں۔" (۱۱)

اَمرِ واقعہ یہ تھا کہ صدرالافاضل ؒ کو تحریک خلافت سے کوئی اختلاف نہ تھا، اختلاف تھا تو مسٹر گاندھی کی قیادت سے، کیونکہ تحریک خلافت اور گاندھی کی قیادت دو متضاد چیزیں تھیں۔ پھر تحریک ترک موالات سے مسلمانوں کو فوائد کے بجائے جو نقصانات متوقع تھے، اُس کے پیش نظر صدرالافاضل ؒ کو اِس تحریک سے اختلاف تھا۔ چنانچہ آپ نے ترکِ موالات کے موضوع پر ایک فاضلانہ اور محققانہ مقالہ لکھا، جو السوادالاعظم، ربیع الاوّل 1339ھ اور جمادی الاوّل 1339ھ کے شماروں میں 41 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

ترک موالات سے متعلق ایک دوسرے مقالے میں صدرالافاضل کفار و مشرکین سے محبت و دوستی کے رشتے کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مجازی اور معمولی محبتوں میں محبوب کے دشمنوں کے ساتھ قلب کو نفرت ہو جاتی ہے اور دوست کا ادنیٰ مخالف دشمن سے بدتر معلوم ہوتا ہے، حتیٰ یہ کہ قرابتوں کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ عشق الٰہی کی دولت سے مالا مال ہو کر کوئی دل کفار کی طرف مائل ہو سکے اور باوجود ایمان کے دل میں محبت کفار کی گنجائش رہے۔" (12)

اِسی زمانے میں تحریک ترک موالات کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریک بڑی شدت سے شروع ہوئی، علماء کرام نے اِس مسئلے کے حق اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا، لیکن بحیثیت مجموعی اکابر علمائے اہلسنّت و جماعت بالخصوص فاضل بریلویؒ اور صدرالافاضل ؒ نے مذہبی بنیادوں پر اِس اتحاد سے اختلاف کیا، جبکہ سیاسی لحاظ سے بھی اِس اتحاد میں مسلمانانِ ہند کا نقصان عظیم تھا۔ اِس صورتحال پر صدرالافاضل کا بصیرت افروز تبصرہ ملاحظہ فرمایئے:

"ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور مسلمان آمین کہنے والے کی طرح اُن کی ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں، پہلے گاندھی کا حکم ہوتا ہے، اُس کے پیچھے مولوی عبدالباری کا فتویٰ مقلد کی طرح سرِنیاز خم کرتا چلا آتا ہے۔ پہلے تو ہندوؤں نے سود کے

پھندوں میں مسلمانوں کی دولتیں اور جاگیریں لے لیں، اب وہ مفلس ہو گئے اور کچھ پاس نہ رہا تو مقامات مقدسہ اور سلطنت اسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی بے دخل کرنا شروع کر دیا۔" (13) لیکن فاضل بریلویؒ اور صدرالافاضلؒ کے بروقت متنبہ کرنے کے باوجود مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی نے جو گل کھلائے اُس کا نقشہ کھینچتے ہوئے صدرالافاضل لکھتے ہیں "کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، اُن پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے۔" (14)

دراصل صدرالافاضل ہندوؤں کی فطرت اور ریشہ دوانیوں سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ برصغیر کے مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر نہ تو پرسکون زندگی گزار سکتے ہیں، نہ ہی اپنے تہذیب و تمدن اور مذہب و ثقافت کا تحفظ و دفاع کر سکتے ہیں، چنانچہ تحریک خلافت اور ترک موالات کے جذباتی دور میں صدرالافاضلؒ نے اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے مسلمانوں تک دین کا سچا پیغام پہنچانے کی پوری کوشش کی، اس کے ساتھ ہی جمعیت علماء ہند کو ہندو مسلم اتحاد کے مضمرات اور خطرات سے بھی آگاہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ ہونے سے روکنے کی سعی بلیغ فرمائی۔

ماہنامہ السواد الاعظم کے بنیادی اغراض و مقاصد

حقیقت یہ ہے کہ ماہنامہ السواد الاعظم نے اپنے اجرائی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے صدرالافاضلؒ کی سرپرستی میں ان تحاریک کے دوران مثبت کردار ادا کیا، حالانکہ اُس زمانے کے بہت سے اخبار و رسائل ایسے بھی تھے جو قوم پرستوں کے اغراض و مقاصد کی تکمیل میں مصروف تھے، انہیں اسلام اور مسلمانوں سے من حیث القوم کوئی سروکار نہیں تھا، ایسے اخبارات کی موجودگی میں اسلام کی حمیت اور مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کا پیدا کرنا بہت کٹھن اور دشوار کام تھا، مگر السواد الاعظم کے جملہ وابستگان اپنے دینی و ملی فرض منصبی سے

آگاہ تھے۔انہوں نے صدرالا فاضلؒ کی سرپرستی اور تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمیؒ کی ادارت میں یہ فریضہ نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ یہ درست ہے کہ قومی وملّی ترقی کیلئے اپنی سیاسی، سماجی اور معاشرتی روایات کا تحفظ ضروری ہے، آزادی کیلئے لازمی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کے اندر اِن عوامل کا احساس موجزن ہو۔ السواد الاعظم نے برصغیر کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا اور اُن میں سیاسی، سماجی اور اپنے معاشرتی اقدار کے تحفظ کا شعور پیدا کیا۔ صدرالا فاضلؒ کی سرپرستی میں ربع صدی تک جاری رہنے والا یہ رسالہ نہایت جرأت اور راست فکری کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق اور اُن کی اقدار ملّی کی حفاظت کیلئے مصروف جہاد رہا، جبکہ اِس دوران بہت سے علماء اور سیاسی لیڈر جادۂ حق سے ہٹتے اور بھٹکتے رہے، لیکن یہ پرچہ مسلم قوم کیلئے ہمیشہ روشنی کی کرن ثابت ہوا۔

السواد الاعظم نے برصغیر میں اسلامی صحافت کو فروغ دیا اور انگریز کے زیر اثر وجود پانے والے لادینی نظریات کا دنداں شکن جواب دیا۔ اِس مجلّے نے مذہبی وسیاسی میدانوں میں نے مسلمانان ہند کی بھرپور رہبری و رہنمائی کی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلمانوں کی وحدت ملّی کیلئے جس ہمہ گیر تحریک کا آغاز کیا، اُس میں وہ کامیاب وکامران رہا، جو صدر الا فاضل کی بصیرت افروز، ہمہ جہت اور کرشمہ ساز شخصیت کا کمال تھا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کا وجود مسعود اور آپ کی قائم کردہ درسگاہ ''منظر الاسلام'' بریلی میں اسلام کا قدیم و مضبوط قلعہ اور دینی وعصری تعلیم کا عظیم مرکز ہونے کے ساتھ سلوک وتصوف کا منبع وسرچشمہ ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ اور آپ کے ادارے نے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ نام سے زیادہ کام پر اپنی توجہات مرکوز رکھی اور سادگی وقناعت پسندی اور استغنائی شان کو حرز جان بناتے ہوئے دینی ودنیاوی، تعلیمی واخلاقی، روحانی و دعوتی اور تبلیغی میدانوں میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ دارالعلوم منظر الاسلام اور اِس ادارے سے وابستہ فاضل علماء نے اُس دور میں باطل تحریکات کا مقابلہ بے سروسامانی کے عالم میں کیا۔ برصغیر پاک وہند میں جب کفر وارتداد کی آندھیوں نے زور پکڑا، نت نئی سازشوں نے

خطرناک شکلیں اختیار کریں، شدھی، سنگھٹن اور آریہ سماج نامی تحریکوں نے اپنے تمام دروازے وا کردیے اور اُن علاقوں کا انتخاب کیا جہاں مسلمان دینی احکام سے بالعموم نابلد اور ہندوانہ مراسم کے پابند تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے آباؤ اجداد نے ماضی قریب میں اسلام قبول کیا مگر تعلیم کی کمی اور دینی ماحول سے دوری کی وجہ سے نہ تو پورے طور پر شریعت اسلامیہ کے احکام واعمال سے واقف ہو سکے، نہ ہی ہندوانہ عادت واطوار کو مکمل طور پر ترک کرسکے۔ شدھی تحریک نے اِن لوگوں کو دعوت دی کہ تمہارے باپ دادا کا پرانا مذہب ہندو دھرم تھا، تم اسلام میں داخل ہوکر ملیچھ اور ناپاک ہو گئے ہو، لہٰذا اب پھر اپنے پرانے دھرم میں لوٹ کر شدھ اور پاک وصاف ہو جاؤ، یہ نسخہ کارگر ثابت ہوا، شدھی تحریک کا یہ جادو بہت سی مسلم آبادیوں پر چل گیا اور مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کفر وارتداد کی راہوں پر چل نکلی۔

اِس طوفان بلاخیز کا مقابلہ کرنے والی کوئی مسلم تنظیم موجود نہیں تھی، یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام دشمنوں کی سرگرمیوں نے مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا، اگر ایک طرف عیسائیت کا بڑھتا ہوا سیلاب اور شدھی و سنگھٹن وغیرہ کی فتنہ خیز آندھی تھی تو دوسری جانب وہابیت، مرزائیت اور شیعیت سمیت دیگر باطل پرستوں کا شر انگیز سیلاب تھا۔ مخالفین اسلام کھلم کھلا برصغیر سے اسلام کو مٹانے کیلئے اپنی بے دریغ قوت صرف کر رہے تھے، دوسری طرف مسلمانوں کے قومی لیڈر، دینی رہنما، علماء وخطباء اور اہل قلم خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ اِن حالات میں 17 دسمبر 1920ء کو بریلی میں ''جماعت رضائے مصطفٰے'' کے نام سے ایک کل ہند تحریک کی بنیاد رکھی گئی۔ (15)

جس کا اوّلین مقصد ''حتی الوسع مخالفین کے حملوں کی تحریراً وتقریراً، ہر طرح مدافعت کرنا اور اُن کے افتراء اور بہتانوں کی جن سے سادہ لوح مسلمانوں کو علمائے اہل سنت سے بدعقیدہ کرتے ہیں، اُن کی پردہ دری کرنا'' تھا۔ (16)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ اِس جماعت کے بانی وسرپرست اعلیٰ تھے، جبکہ عمومی سرپرستی میں دیگر علماء ومشائخ کے ساتھ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ بھی شامل

تھے۔(17) اعلیٰ حضرت جب تک حیات رہے باطل مذعومات کا ردِ بلیغ اور جماعت کی سرپرستی فرماتے رہے۔آپؒ کے بعد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خانؒ اِس جماعت کے سرپرست اعلیٰ مقرر ہوئے۔(18)

جماعت رضائے مصطفےٰ کے اغراض و مقاصد نے جماعت کو بہت مختصر مدت میں بام عروج پر پہنچادیا اور مسلمانان ہند کے اِس پلیٹ فارم نے برصغیر کے مسلمانوں کی دینی و قومی اور ملّی ضرورتوں کو کماحقہ پورا کیا۔کام کو احسن طریقے سے انجام دینے کیلئے جماعت نے پانچ شعبہ جات قائم کئے،جن میں شعبہ اشاعت کتب،شعبہ تبلیغ وارشاد،شعبہ صحافت، شعبہ سیاست اور دارالافتاء شامل تھے،ہر شعبے کیلئے باقاعدہ عملہ متعین کیا گیا۔(19)

شعبہ اشاعت کتب کے بعد شعبہ تبلیغ وارشاد جماعت رضائے مصطفےٰ کا دوسرا اہم شعبہ تھا،جس کے تحت کفرارتداد کے ہلاکت خیز پنجوں کی گرفت میں آنے والے شہر، دیہات اور بستیوں کی جانب علماء،مبلغین اور مقررین روانہ کئے،لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دی،توبہ کرائی اور دوبارہ اسلام میں داخل کیا۔جماعت نے باطل فرقوں کے رد کیلئے مناظر بھیجے،جن میں صدرالافاضل بھی شامل تھے،اُن مبلغین کی جدوجہد سے ہزاروں مرتد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور موقر علماء وعمائدین نے بے سروسامانی کے باوجود ایمان و استقامت کے ساتھ یہ معرکہ سر کیا۔شعبہ تبلیغ وارشاد کی طرح شعبہ سیاست بھی جماعت رضائے مصطفےٰ کا اہم ترین شعبہ تھا،جو مذہبی تناظر میں سیاست کو مدنظر رکھتا تھا۔اِس شعبے کے قیام کا مقصد سیاسی میدان میں اپنا جھنڈا لہرانا نہیں،بلکہ سیاست کے نام پر مذہب کی بیخ کنی کرنے والی نت نئی باطل تحریکات کا تعاقب کرنا اور اسلام اور اہل اسلام کے استحصال کو روکنا تھا۔چنانچہ شعبہ سیاست سے وابستہ علماء وعمائدین بالخصوص صدرالافاضلؒ نے ہندوستانی سیاست کے میدان میں خود عملی قدم نہیں رکھا،ہاں یہ ضرور ہے کہ خلافت کمیٹی، ترک موالات،تحریک گاؤکشی اور ہندو مسلم اتحاد جیسی اسلام اور مسلمان دشمن تحریکوں کا رد بلیغ کرکے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا۔

''تحریک ترکِ ذبیحہ گاؤ''

صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادیؒ نے جماعت رضائے مصطفٰے کے زیر انتظام دیگر شعبوں کے ساتھ بالخصوص شعبہ تبلیغ وارشاد اور شعبہ سیاست میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ہندوستان میں گائے کی قربانی ایک پرانا مسئلہ تھا، جس پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ کے دور میں ''تحریک ترکِ ذبیحہ گاؤ'' چل چکی تھی، فاضل بریلویؒ اِس کے اثرات ومضمرات ''انفس الفکر فی قربان البقر'' میں واضح کرتے ہوئے صاف طور پر تحریر کر چکے تھے کہ'' یہ شعائرِ اسلامی پر حملہ ہے، ایسی صورت میں قربانی واجب ہے۔''

جب ذبیحہ گاؤ کے انسداد کیلئے سی پی کونسل نے قانون مرتب کیا، جو 3 جون 1922ء کے سی پی گزٹ میں شائع ہوا، تو جبل پور کے مسلمانوں نے اِس قانون کے خلاف اپنے قدیمی حق کی حفاظت کیلئے گورنمنٹ سے اپیل کی۔ جماعت رضائے مصطفٰے نے اس صورتحال پر فوری ایکشن لیا اور سی پی گزٹ کے مطالعے کے بعد 22 اور 23 جولائی 1922ء کو بریلی میں ایک جلسہ عام منعقد کیا، جس میں اندرون و بیرون شہر سے جید علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ صدر الافاضلؒ نے بھی اِس جلسہ عام سے خطاب میں اغراض ومقاصد کو واضح کیا اور حاضرین جلسہ پر نام نہاد مسلمان لیڈروں کی ہندو نوازی کی قلعی کھولتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ'' کس طرح لیڈران قوم ہمارے پشتینی دشمنوں کو ہم پر غلبہ و تسلط دلا رہے ہیں۔''(20) دوسرے دن کی نشست میں صدر الافاضلؒ نے حاضرین کی توجہ توہین رسالت پر مبنی اُس خاکے کی طرف دلوائی جسے ہندو اخبارات نے شائع کیا تھا، اِس قبیح حرکت پر آپ نے سخت اظہار نفرت ولعنت کیا اور کہا'' اِن ہندو پرست لیڈران قوم کی ہندو پرستی سے انہیں یہ جرأت پیدا ہوئی۔''(21)

حضرت صدر الافاضلؒ کا یہ تجزیہ مبنی برحق تھا، اگر مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے لوگ ہندوؤں کی کاسہ لیسی اور طرف داری میں'' ترکِ ذبیحہ گاؤ'' کا فتویٰ نہ دیتے تو یہ صورتحال پیدا نہ ہوتی۔ اِس جلسہ عام میں جماعت رضائے مصطفٰے کے قائدین نے قرآن

وسنت کے مطابق اپنا موقف پیش کیا اور انگریز گورنمنٹ پر واضح کر دیا کہ مسلمان اسلامی تعلیمات کے خلاف اِس قانون کو کسی صورت قبول نہیں کریں گے۔

ہندوؤں کی اسلام مخالف تحریکیں

1919ء اور 1920ء کے زمانے میں گاندھی نے ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگایا، اُس وقت مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی اور مولانا ظفر علی خان جیسے لوگ گاندھی کے ہم نوا وہم خیال بن گئے، اِن لوگوں نے اسلامی اصولوں کو گاندھی کے چرنوں پر قربان کر دیا تھا، ہر طرف ہندو مسلم اتحاد کے نہ صرف نعرے لگ رہے تھے، بلکہ مسلمان ہندوانہ طور طریقوں کو فخریہ اپنا بھی رہے تھے۔ اِن حالات میں فاضل بریلویؒ اور اُن کی سرکردہ جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی (سے وابستہ علماء مولانا حامد رضا خاں، مولانا حشمت علی خاں، مفتی امجد علی صاحب، مولانا ظفر الدین بہاری اور صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہم) اِس نمائشی اتحاد کی فریب کاری کا پردہ چاک کر رہی تھی اور شریعتِ مطہرہ کے دلائل و براہین کی روشنی میں مسلمانان ہند کی رہنمائی کر رہی تھی۔ (22)

تاریخ گواہ ہے کہ ہندوؤں کے دل میں مسلمانوں کے خلاف جو نفرت کارفرما ہے وہ کبھی کسی دور میں بھی کم نہیں ہوئی، بلکہ جب بھی انہیں موقع ملا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی (اور آج بھی بھارت پاکستان کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتا) حالانکہ برطانوی سامراج کیخلاف تحریک میں بہت سے مسلم رہنماؤں نے کانگریس کا ساتھ دیا تھا، بہت سے علماء ہندوؤں کی خوشنودی کیلئے مندروں میں گئے، مسلمانوں نے ماتھے پر تلک لگائے، مگر مکاری اور دھوکا چانکیہ سیاست کی بنیاد اوّل ہے۔ مسلمانوں کی رواداری اور کمال فیاضی کے باوجود انہیں شدھی اور سنگٹھن جیسی تحریکوں کا سامنا کرنا پڑا، اِن تحریکوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے اور یہاں کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کو رہنے کا حق نہیں ہے، اب جن لوگوں کے آباؤ اجداد نے

اسلام قبول کیا ہے وہ واپس ہندو ہو جائیں، یا پھر ہندوستان چھوڑ دیں۔

چنانچہ 1920ء میں متعصب ہندو سوامی دیانندا سرسوتی اور اُس کے شاگرد سوامی شردانند کی جانب سے شروع کی گئی "شدھی" تحریک کا مقصد بھی یہی تھا کہ غیر ہندوؤں بالخصوص مسلمانوں کو جبری طور پر اپنا مذہب تبدیل کر کے ہندومت میں داخل کیا جائے اور مسلمانوں کو مرتد بنا کر اسلام کو ختم کر دیا جائے۔

چنانچہ شدھی تحریک کی مدافعت کیلئے مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ نے نمایاں کردار ادا کیا اور تبلیغ اسلام کیلئے المورہ، نینی تال اور ہلدوانی وغیرہ جیسے پہاڑی علاقوں سے لے کر برصغیر کے چپے چپے کا دورہ کیا۔ جب مہاسبھائیوں نے پہلی بار یوپی اور دیگر صوبہ جات ہند میں شدھی کا جال پھیلانا شروع کیا تو صدرالافاضلؒ نے مرکز روحانیت بریلی کی سرپرستی میں آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کی زیر اہتمام ہر جگہ شدھی تحریک کا تعاقب کیا، 27 جنوری 1923ء کو مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان نوریؒ کی قیادت میں دس جید علماء کرام کا ایک وفد ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کیلئے بریلی سے متاثرہ علاقوں کی جانب روانہ ہوا۔(23)

اِس وفد میں صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ بھی شامل تھے، جو وفد کی روانگی سے قبل اِس عزم کا اظہار کر چکے تھے کہ "اِس وفد کو کسی کی مخالفت اور مباحثہ وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں، یہ وفد اپنے اسلامی بھائیوں کو پابند اسلام بنانے کی کوشش کرے گا۔"(24)

چنانچہ اِس وفد نے میرٹھ، آگرہ، بمبئی، کرناٹک، احمد آباد، سوراشٹر وغیرہ کے شہر ومضافات کا کامیاب دورہ کیا، صدرالافاضلؒ کے حوالے سے وفد کے قائد مفتی مصطفیٰ رضا خان نوریؒ لکھتے ہیں:

"ہمارا وفد جامع مسجد (شاہی مسجد آگرہ) پہنچا، جہاں مسلمانوں کا بڑا مجمع تھا، نماز جمعہ کے بعد ہمارے وفد کے برتر رکن حضرت مولانا محترم مولوی نعیم الدین صاحب زیدہ برکاتہ نے اسلام کی شان وشوکت اور موجودہ حالات پر دل گداز تقریر فرمائی، اللہ تعالیٰ

کے فضل سے مجمع ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور مسلمانوں کے دل اسلامی جوش سے لہریں مار رہے تھے، اِس موقع پر مولانا نے داڑھیاں منڈوانے اور کبائر میں مبتلا ہونے سے توبہ کروائی، مسجد کا وسیع صحن توبہ کے نعروں سے گونج اٹھا۔" (25)

صدر الافاضلؒ نے فتنہ ارتداد کے اُس پر آشوب عہد میں جگہ جگہ تبلیغی مراکز قائم کیے اور ایسی قیادت فرمائی کہ مسلمان شدھی کی لعنت سے محفوظ ہوگئے، آپ نے شدھی تحریک کے داعی پنڈت شردھانند کو مناظرے کا چیلنج دیا، کئی جگہ اُس کا تعاقب بھی کیا، مگر شردھانند نے مناظرے سے راہِ فرار اختیار کی، جس کا فائدہ اسلام کو پہنچا، یوں بہت سے وہ لوگ جو مرتد ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، شردھانند کے فرار سے وہ اپنے ارادے سے تائب ہوکر راہِ حق پر گامزن ہوگئے۔ صدر الافاضل نے پنڈت دیانند سرسوتی کی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں اسلام اور شارع اسلام پر اعتراضات کے مسکت و مدلل جوابات دیے اور پنڈت شردھانند کے فتنے کا مقابلہ کرنے کیلئے آگرہ کو اپنا مسکن بنایا۔ یہاں یہ تاریخی حقیقت پیش نظر رہے کہ میدان ارتداد میں اِس فتنے کے تدارک کیلئے برصغیر میں سب سے پہلا قدم اٹھانے والی جماعت "جماعت رضائے مصطفٰے" تھی، جس نے ملکانہ راجپوتوں میں قابل قدر کام کیا اور کامیاب ہوئی۔ جماعت رضائے مصطفٰے کے علماء نے ظاہری اسباب وسائل نہ ہونے کے باوجود شدھی تحریک کے دانت کھٹے کردیے اور مسلمانوں کے تن مردہ میں اسلام کی نئی حرارت بیدار کردی۔

شادی کی عمر میں حد بندی کا بل

1929ء میں حکومت ہند نے شادی کی عمر میں حد بندی کا بل منظور کیا، تو ملک کے طول وعرض میں اس مداخلت فی الدین کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی اور مسلمانوں نے اپنے غم وغصے کا اظہار کیا۔ اِس قانون کے خلاف جماعت رضائے مصطفٰے نے بھی احتجاجی کاروائیاں شروع کیں اور جلسہ عام کے ذریعے مسلمانوں کے جذبات حکومت ہند کو پہنچانے میں مدد کی۔ 19 اکتوبر 1929ء بریلی میں مولانا حامد رضا خاںؒ کی

زیرِ صدارت علمائے ملت کا ایک اجتماع منعقد ہوا، جس میں صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ نے بھی خطاب کیا۔ اِس اجتماع نے حکومت ہند پر واضح کر دیا کہ مسلمان ایسی کسی ترمیم کو جو مداخلت فی الدین کے دائرے میں آتی ہو کسی صورت قبول نہیں کریں۔

جلسہ عام میں پیش کی گئی قراردادوں میں کہا گیا کہ "مسلمانان بریلی کا یہ عظیم الشان اجتماع ساردا ایکٹ کو شریعت حقہ اسلامیہ میں صریح مداخلت، اور حقوق شرعیہ کا اتلاف اور مسلمانوں کی معاشرتی واقتصادی زندگی کیلئے سخت مضر اور نا قابل برداشت پابندی سمجھتا ہے اور جن چند نا عاقبت اندیش اور شریعت سے ناواقف مسلمانوں نے اِس کی تائید کی ہے، یہ جلسہ اُن کے اِس عمل پر اظہار نفرت وحقارت کرتا ہے۔" (26) ساردا ایکٹ کے خلاف صدرالافاضلؒ نے 25 صفر 1347ھ (☆) کو بریلی کے اجتماع میں ایک قرارداد بھی پیش کی جو کہ جلسہ عام میں کثرت رائے سے منظور کی گئی، آپ نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ "اہل اسلام کا یہ عظیم الشان اجتماع بہ اتفاق رائے مسودہ نکاح کو مداخلت فی الدین جانتا، مانتا ہے، اِس کے خلاف بہت سختی سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور گورنمنٹ کو متوجہ کرتا ہے کہ وہ اِس نا قابل عمل مسودہ کو جو اسلامی شریعت کے بالکل منافی اور صریحاً ابطالِ حق ولایت ہے، ہرگز ہرگز قانون کا جامہ نہ پہننے دے۔" (27)

بے شک صدرالافاضلؒ کی یہ قرارداد مسلمانان ہند کے موقف کی ترجمان اور آپ کے جرأت مندانہ موقف کی آئینہ دار تھی۔ قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس سے یہ بات ثابت ہے کہ بچپن کی شادی اسلامی قانون کے مطابق اور شرعی احکام کے موافق ہے۔ شرعاً شادی کی کوئی عمر مقرر نہیں، والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ بچے کا نکاح کم سنی میں بھی کر سکتے ہیں۔ حضرت صدرالافاضل کا موقف اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا۔ آپ کی نگاہ دوربیں ساردا ایکٹ کے نفاذ سے مسلم معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کو دیکھ رہی تھی اور آپ بخوبی واقف تھے کہ اِس پابندی کے نتیجے میں مسلم معاشرتی نظام میں کئی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی، چنانچہ آپ نے اِس غیر اسلامی قانون کے خلاف بھرپور مزاحمت کا اظہار

کیا۔ ساتھ ہی خواجہ حسن نظامی جنھوں نے کہا تھا کہ "خود غرض ملّا لالچ سے اِس قانون کی مخالفت کرتے ہیں۔" کو آڑھے ہاتھوں لیتے ہوئے فرمایا "علماء کو خواجہ صاحب نے اپنے اوپر قیاس کرلیا ہے اور معلوم نہیں کہ علماء کے طرز عمل سے آپ اِس قدر ناواقف کیوں ہیں؟ آپ کو خبر نہیں کہ مسائل بتانے اور فتوے لکھنے پر علماء دین کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ غریب سے غریب، نادار سے نادار عالم بھی یہ حمیت اپنے دل میں رکھتا ہے کہ عمر بھر مسائل بتاتا ہے، فتوے لکھتا ہے اور کبھی کوئی معاوضہ طلب کرنے کا وہم بھی اُس کے دل میں نہیں آتا۔" (28)

صدرالافاضل نے خواجہ حسن نظامی جیسے نام نہاد مسلم دانشوروں کی سخت مذمت کی جو اِس قانون کے حق میں حکومت ہند کی حمایت کررہے تھے۔

جب طاقت اور اکثریت کے بل بوتے پر ہندوؤں نے مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی پستی کو دیکھتے ہوئے پہلے انہیں ہندو بنانے کیلئے شدھی اور سنگھٹن جیسی رسوائے زمانہ تحریکیں شروع کیں تو انہی ایام میں انہوں نے گورکل کے نام سے ایک اور تحریک بھی شروع ہوئی، جس کا مقصد ایسے گئوشالوں، کالج، بھون اور اسٹمی کا قیام تھا جہاں ہندو بچوں اور نوجوانوں کو عسکری تربیت دے کر مسلمانوں کے خلاف نفرت کو ابھارا جائے اور ایسے متشدد طبقہ کو تیار کیا جائے جو مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیل سکے، اِس مقصد کیلئے مالدار ہندوؤں نے اپنی تجوریوں کے دروازے کھول دیے اور ہندو بچوں اور نوجوانوں کو مسلمان دشمنی پر مبنی عسکری ٹریننگ دی جانے لگی۔

"الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ" کا قیام

اِن اسباب وواقعات نے صدرالافاضل کو بے چین ومضطرب کردیا، انہیں اندازہ تھا کہ اُس وقت اِس فتنے کا مقابلہ کرنا آسان نہ ہوگا، چنانچہ آپ نے خطے کے ہر سنّی عالم کو جھنجھوڑا اور انہیں آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ اگرچہ اُس وقت بھی اہلسنّت وجماعت کی متعدد منظم وفعال مذہبی، سماجی اور تعلیمی تنظیمیں میدان میں موجود تھیں، جن میں "جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی، مدرسہ

الٰہیات کانپور، انجمن نعمانیہ ہند لاہور، انجمن معین الاسلام فیروز پور، انجمن حزب الاحناف ہند لاہور، انجمن اہلسنّت و جماعت مرادآباد، انجمن انصارالاسلام بریلی، جمعیت اشرفیہ کچھوچھہ فیض آباد، جماعت اہلسنّت مارہرہ، مجلس اہلسنّت بریلی اور انجمن اظہار الاسلام مرادآباد وغیرہ قابل ذکر ہیں، یہ تنظیمیں اپنے متعین کردہ تنظیمی مقاصد کے تحت مصروف عمل تھیں، مگر اِن جماعتوں کے اہداف، دائرہ کار اور سرگرمیاں محدود تھیں، چنانچہ حالات کا تقاضا تھا کہ تمام اہلسنّت و جماعت کی تنظیموں کو ایک لڑی میں پرودیا جائے، اُن کی ایک مرکزی تنظیم ہو، جو ہدایات جاری کرے اور نگرانی کا فریضہ سرانجام دے، تمام مسلمان اُس پر اعتماد کریں، اُس کی آواز کو اپنی آواز بنائیں، اپنے مسائل کے حل کیلئے اُس کی طرف رجوع کریں اور اُس کی رہنمائی میں تمام مسلمان متحد اور یک جان ہو کر اپنی عظمت رفتہ کی بحالی کی جدوجہد کریں۔

چنانچہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ کے تحرک پر مختلف مذہبی وسماجی تنظیموں کو ایک لڑی میں پرونے، مدارس و مساجد اور خانقاہوں کو ایک منظم پروگرام کے تحت چلانے اور دشمنانان اسلام کی چالوں کو باہم متحد و منظم ہو کر ناکام بنانے کیلئے برعظیم کے علماء ومشائخ اہلسنّت 16 تا 19 مارچ 1925ء (شعبان 1343ھ) کو مرادآباد میں جمع ہوئے اور اہلسنّت و جماعت کی تنظیم "الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ" یعنی "آل انڈیا سنّی کانفرنس" کی بنیاد رکھی۔ محدث علی پوری پیر جماعت علی شاہ صاحب صدر اور حضرت صدرالافاضلؒ ناظم اعلیٰ قرار پائے۔ آل انڈیا سنّی کانفرنس کے قیام کا مقصد ہندوستان کے سنّی مسلمانوں کے درمیان انتشار وافتراق کو دور کر کے انہیں منظم کرنا اور انفرادی طور پر مذہبی کام کرنے والی انجمنوں اور تنظیموں میں باہمی ربط وضبط پیدا کر کے انہیں ایک متحدہ قوت بنانا تھا۔

ماہنامہ السواد الاعظم مرادآباد اپریل 1925ء کے شمارے میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے قیام کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا کہ اُس وقت تنظیم کے مقاصد یہ تھے کہ ہندوستان کے ہر شہر اور قصبات و دیہات میں اسلامی انجمنیں قائم کی

جائیں اور پہلے سے موجود انجمنوں کو "جمعیت عالیہ" کے ساتھ مربوط کیا جائے، تبلیغی کام کو ایک نظم محکم کے ساتھ وسیع کیا جائے اور اِس مقصد کیلئے مفید ذرائع استعمال کیے جائیں، ہر طبقے کے مسلمانوں کو مذہبی تعلیم سے باخبر بنایا جائے، انگریزی خواں طلباء کیلئے مذہبی تعلیم کا خاص انتظام اور انہیں آسان ذرائع فراہم کیے جائیں، مزدور اور پیشہ ور طبقے کیلئے شبینہ مدارس کا انتظام کیا جائے، معاشی اصلاح کیلئے مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کیا جائے، انہیں غیر مسلم اقوام کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکنے کی ترغیت دی جائے تا کہ وہ قرضوں سے نجات حاصل کرسکیں اور بے روزگار مسلمانوں کیلئے مناسب ذریعہ معاش پیدا کر کے انہیں برسرروزگار بنایا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آل انڈیا سنّی کانفرنس جمہوری اصولوں کے مطابق برعظیم کے مسلمانوں کی مذہبی تنظیم کے طور پر قائم کی گئی تھی، جس کا بنیادی مقصد جمہور مسلمانوں کی اکثریت کے مذہبی، تعلیمی، روحانی، اقتصادی، سماجی اور سیاسی انداز میں رہنمائی کرنا تھا، حقائق شاہد ہیں کہ اِس جماعت نے برصغیر کے جمہور مسلمانوں کی اکثریت کے مفاد اور مقاصد کو نامساعد حالات کے باوجود احسن طریقے سے ادا کیا۔آل انڈیا سنّی کانفرنس سے وابستہ علماء و مشائخ اور رہبر و رہنما مولانا احمد رضا خاںؒ کے خلفاء، تلامذہ مریدین، متعلقین اور متوسلین تھے، جنھوں نے بیسویں صدی کی ابتداء ہی میں مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی امور میں بصیرت افروز رہنمائی کی اور اسلامی شعار و تشخص اور عقائد و اقدار کی بحالی کیلئے بھرپور کردار ادا کیا تھا۔مولانا احمد رضا خاںؒ نے تحریک خلافت، تحریک ہجرت اور ترک موالات کے ہیجانی دور میں جو کچھ فرمایا، وقت نے اُس کے ایک ایک حرف کو درست ثابت کیا، آپ نے اُس دور میں مسلمانوں کو ہوشیار کرتے ہوئے کہا تھا کہ جمہور مسلمانوں کی بقاء اور ترقی کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام غیر مسلموں سے ہشیار رہیں، انہوں نے یہود و ہنود، سکھ اور انگریز کے ساتھ غیر مقلدوں، شیعوں، قادیانیوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور نیچریوں سے بھی دوستی و اتحاد سے منع فرمایا۔چنانچہ صدرالافاضلؒ کی رہنمائی میں آل انڈیا سنی کانفرنس نے اِن شرعی

اصولوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، آل انڈیا سنّی کانفرنس نے جمہور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت، معیشت ومعاشیات، دینی وروحانی مسائل سمیت درپیش اور پیش آئندہ سیاسی معاملات میں قابل قدر خدمات انجام دیں اور سنّی علماء ومشائخ اور عوام اہلسنّت میں اتحاد واتفاق کی فضا پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

صدرالافاضلؒ نے ہندوؤں اور انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ابتداء ہی میں محسوس کرلیا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان کسی صورت ہندوؤں کے ساتھ پرسکون زندگی نہیں گزار سکتے اور نہ ہی اپنی تہذیب وتمدن اور اسلامی روایات کا تحفظ کرسکتے ہیں، صدر الافاضلؒ پر یہ اَمر روز روشن کی طرح عیاں ہوچکا تھا کہ ہندو اور مسلمان دونوں قومیں جداگانہ نظریہ قومیت کے تحت ہی زندگی گزار سکتی ہیں اور برصغیر کے مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ مملکت کا حصول ضروری ہے، چنانچہ آپ نے دوقومی نظریئے کیلئے منظم تحریک شروع کی اور ماہنامہ ''السواداعظم'' اور ''سنّی کانفرنس'' کو بہ طور پلیٹ فارم استعمال کیا۔''صدرالافاضل وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے سیاسی نقطہ نظر کے ساتھ قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی اور عقلی دلائل کے ساتھ دوقومی نظریئے کی بھرپور وضاحت اور وکالت کی، جس سے برصغیر کے مسلمانوں میں دوقومی نظریئے کی اہمیت واضح ہوئی اور یہ نظریہ اُن میں جڑ پکڑ گیا۔''(29)

حالانکہ اُس زمانے میں گاندھی پرست اور کانگریسی علماء دوقومی نظریئے کے خلاف زہر اُگل رہے تھے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کررہے تھے، وہ خوبصورت اور پرفریب نعروں کے ذریعے یوں مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوششوں میں مصروف تھے کہ ''ہندو مسلم دوقومیں نہیں، بلکہ ایک قوم ہے، دونوں کا وطن ہندوستان ہے، ملت وطنیت سے بنتی ہے، اِس لیے ملت کے وجود کو تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے''۔

یہ وہ پرفریب نعرے اور ہتھکنڈے تھے جن کا طلسم سب سے پہلے صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ اور پھر علامہ اقبالؒ نے توڑا، صدرالافاضلؒ نے گاندھی اور کانگریس کی شاطرانہ چالوں اور کانگریس میں شامل مسلمان زعماء وعلماء کرام کی نادانیوں اور

اُن کے اغراض ومقاصد کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور آپ جانتے تھے کہ یہ سب ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ کیسا بھیانک کھیل کھیلنا چاہتے ہیں اور اِن کے عزائم کیا ہیں۔؟اور کانگریسی مسلمان اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کی خاطر کیا کیا خواب دیکھ رہے ہیں، انہیں اِس سے غرض نہیں کہ عام مسلمان کس حال میں ہے۔؟اُس پر کیا کیا مظالم ڈھائے جارہے ہیں اوراُن کے دین ومذہب سے کس طرح کھیلا جارہا ہے۔؟

دوقومی نظریے کے معمار اوّل اور روحانی قائد

سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:"مارچ اور اپریل 1920ء میں بدایوں کے اخبار"ذوالقرنین" نے ایک صاحب محمد عبدالقدیر بلگرامی کا گاندھی کے نام ایک کھلا خط شائع کیا تھا،جس میں تقسیم کی تجویز پیش کی گئی تھی،اُس میں انہوں نے مسلم اضلاع کی فہرست تک دی تھی جو مشرقی اور مغربی پاکستان کی موجودہ سرحدوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔" آگے چل کر ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ"عام طور پر کہا جاتا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے تقسیم کا تصور پیش کیا۔اقبال سے پہلے کچھ لوگ تھے جنھوں نے تقسیم کی تجویز پیش کی،ہاں اقبالؒ وہ پہلے عوامی شخص ہیں جنھوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے برصغیر کی تقسیم کی تجویز پیش کی۔"(30)

یہ درست ہے کہ اقبالؒ وہ پہلے عوامی آدمی تھے جنھوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی،مگر اقبالؒ سے قبل 1925ء میں تقسیم کی تجویز عبدالقدیر بلگرامی پیش کر چکے تھے،یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ عبدالقدیر بلگرامی کا"ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام"1920ء میں بدایوں کے اخبار"ذوالقرنین"میں شائع ہوا،اُس کے بعد 1920ء ہی میں نظامی پریس بدایوں سے دوسری بار شائع ہوا،تیسری بار 1925ء میں پھر شائع ہوا،تقسیم ہند کی تجویز پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں شامل نہیں تھی، لیکن تیسرا ایڈیشن جو کہ 1925ء میں شائع ہوا،میں تقسیم ہند کی تجویز شامل کی گئی۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ عبدالقدیر بلگرامی کے خط میں تقسیم ہند کی تجویز 1925ء میں سامنے آئی، جبکہ فاضل بریلوی جو روزِ اوّل سے دوقومی نظریئے کے حامی تھے، 1897ء میں پٹنہ کے اجلاس میں، 1912ء میں رسالہ ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' کے ذریعہ اور 1920ء میں رسالہ ''المحجۃ المؤتمنہ'' کے ذریعے دوقومی نظریئے کی آبیاری کر چکے تھے، جو تقسیم ہند کی پہلی اساس و بنیاد تھی، اِس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں برصغیر میں دوقومی نظریئے کے معمار اوّل اور تقسیم کی تجویز کے روحانی قائد تھے۔

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادیؒ نے اپنے پیرومرشد کے اِسی نظریئے کو آگے بڑھایا، ''1925ء میں جب مطالبہ پاکستان ایک خواب کی حد سے نکل کر حقیقت کا روپ اختیار کررہا تھا، اُس وقت صدرالافاضل اور آل انڈیا سنّی کانفرنس کے رہنماؤں نے وقت کی نزاکت کو محسوس کیا اور تنظیم کو ازسرنو منظم ومؤثر اور ہمہ گیر بنانے کیلئے دن رات ایک کردیا۔ جس کے نتیجے میں آل انڈیا سنّی کانفرنس بنارس کا منعقدہ اجلاس اپریل 1946ء اہلسنّت وجماعت کے علماء ومشائخ اور جمہور مسلمانان برصغیر کی بے مثال تنظیم کا اظہار تھا۔ اِس اجلاس نے قرارداد پاکستان کی پرزور حمایت کی۔ (یوں) ایک سال بعد اسلامی ریاست پاکستان کا عمل ممکن بلکہ واقع ہوا۔'''' (31)

1930ء میں علامہ اقبال نے خطبہ الٰہ آباد میں اُن افکار کا اظہار کیا جو ہماری قومی جدوجہد میں ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ تاہم اُس دور میں جب اقبالؒ اپنے افکار کا اظہار کررہے تھے، اُن کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری خلیق الزماں ''خود الٰہ آباد کے مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ تاہم علماء اہلسنّت چونکہ شروع ہی سے ایسے افکار کے داعی تھے اور مسلمانوں کے الگ وجود کے تحفظ کی ضمانت چاہتے تھے۔ اِس لیے انہوں نے اقبالؒ کی واضح طور پر تائید کی۔ (32)

اور صدرالافاضل نے اپنے ماہنامے ''السوادالاعظم'' نے لکھا ''ڈاکٹر اقبالؒ کی رائے پر ہندوستان کو دوحصوں میں تقسیم کردیا جائے، ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو،

دوسرا حصہ مسلمانوں کے۔" (33)

درحقیقت السواد الاعظم کے ایڈیٹر اور مولانا نعیم الدین مرادآبادی وہ پہلے فرد تھے جنھوں نے مسلم لیگ کے اجلاس میں علامہ اقبالؒ کی جانب سے پیش کئے جانے والے "علیحدہ مسلم وطن" کے تصور کی پُر زور تائید وحمایت کی تھی اور صدرالافاضل نے لندن میں جاری دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس کے دوران السواد الاعظم کے اداریہ میں ہندو مسلم مناقشات کا حل تجویز کرتے ہوئے لکھا "جب ہندو اپنی حفاظت اِس میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنی حدود علیحدہ کرلیں تو مسلمانوں کو یقیناً اُن کے محلوں میں جانے اور اُن کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے، دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اِس نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کریں، یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنالیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے، ہر علاقہ میں اُسی علاقہ والوں کی حکومت ہو۔ مسلم علاقہ مسلمانوں اور ہندو علاقوں میں ہندوؤں کی۔" (34)

1946ء میں صدرالافاضل کی ہی کوششوں سے بنارس میں آل انڈیا سنّی کانفرنس کا تاریخی اجلاس منعقد ہوا، جس میں شریک ہزاروں علماء ومشائخ اور عوام اہلسنّت نے اتفاق رائے سے "قرارداد پاکستان" کی حمایت میں تجویز منظور کرتے ہوئے کہا کہ "آل انڈیا سنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء ومشائخ اہلسنّت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔" (35)

صدرالافاضل نے بنارس سنّی کانفرنس کی غرض وغایت کو عملی جامہ پہنانے اور نظریہ پاکستان کی اہمیت واضح کرنے کیلئے گجرات، کاٹھیاوار، جونا گڑھ، راجپوتانہ، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، کلکتہ، ہگلی، ڈھاکا، کرنافلی، چٹاگانگ اور سلہٹ سمیت پورے ہندوستان

کے مسلسل دورے کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی۔صدرالافاضل کو تحریک پاکستان سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، جس کا اظہار مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ کے نام آپ کے اِس خط سے بھی ہوتا ہے، جس میں صدرالافاضل لکھتے ہیں:

''پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ(آل انڈیا سنّی کانفرنس) کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اِس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔''(36)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قیام پاکستان میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی استقامت مسلمانان برصغیر کے ساتھ صدرالافاضل اور علماء ومشائخ اہلسنت کی پر جوش حمایت، انتھک مساعی اور مشترکہ جدوجہد کی مرہون منت ہے، اگر صدرالافاضل اور دیگر اکابرین اہلسنت تحریک پاکستان میں شامل نہ ہوتے تو قیام پاکستان مشکل ہی نہیں ناممکن اُمر ہوتا، یہ فاضل بریلوی کے تربیت یافتہ صدرالافاضل اور علماء اہلسنت ہی تھے جو مجلس احرار کے خاکساروں اور جمعیت علمائے ہندو کانگریس میں شامل ہندو مسلم اتحاد کے داعی علماء اور قوم پرستوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر مسلمانان ہند میں جذبہ اسلامی بیدار کر کے تعمیر پاکستان کی راہ ہموار کر رہے اور قیام پاکستان کی عملی بنیاد رکھ رہے تھے۔

صدرالافاضل نے نہ صرف دل وجان سے تحریک پاکستان میں حصہ لیا بلکہ جہاں جہاں تائید وحمایت کی ضرورت پڑی، صدرالافاضل سرفہرست نظر آئے۔1925ء مرادآباد سے لے کر 1946ء بنارس سنّی کانفرنس تک جاری رہنے والے سینکڑوں فقید المثال اجلاسات میں صدرالافاضل کی مساعی جمیلہ مسلمانان برصغیر کے قومی وملّی موقف کی ترجمان وگواہ ہے۔خدا نے صدرالافاضل کو گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا تھا، آپ سیاسی بصیرت کے ساتھ دستور سازی کے عمل سے بھی آگاہ تھے، قیام پاکستان کے بعد آپ علماء کرام کی دعوت پر دستور سازی کیلئے پاکستان تشریف لائے اور پاکستان کے اسلامی دستور کیلئے گیارہ دفعات بھی مرتب کیں، جو اسلامی فقہ، مسلمانوں کی رسم و رواج، اُمنگوں، خواہشات، جذبات واحساسات اور غیر مسلم رعایا کے تحفظ اور جان ومال کی حفاظت کی ترجمان ہیں،

لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، اِس دوران آپ شدید بیمار ہوئے اور دستور سازی کا عظیم کام آپ کی رحلت کی وجہ سے ادھورا رہ گیا۔

قارئین محترم! امر واقعہ یہ ہے کہ صدرالا فاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کی قومی وملّی تحاریک میں کردار و عمل کے حوالے سے ابھی بہت سے پہلو تشنہ اور ضبط تحریر کے متقاضی ہیں، مگر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ صدرالا فاضل، فاضل بریلویؒ کے راز دار، رمز شناس اور اُن کی دینی وملی فکر کے حقیقی وارث ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے سب سے زیادہ سیاسی بصیرت رکھنے والے عالم دین تھے۔ آپ نے نہ صرف بڑی کامیابی کے ساتھ فاضل بریلویؒ کے مشن کو آگے بڑھایا بلکہ سیاسی و مذہبی اُمور میں مسلمانان ہند کی بھر پور رہنمائی بھی فرمائی۔ آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلمانان ہند تک اسلام کے سچے پیغام کو پہنچایا اور ہندو مسلم اتحاد کے خطرات سے آگاہ کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو تقسیم ہونے سے روکا۔ صدرالا فاضلؒ نے سیاسی وملی سطح پر تحریک گورکل، تحریک خلافت، تحریک سوراج، تحریک گاؤکشی، تحریک کھدر، تحریک سنگھٹن، تحریک جمعیۃ العلماء، کانگریس اور ایک قومی نظریہ پر بروقت تنقید کی اور اُن کی فکری و عملی بے راہ روی کی اصلاحات فرمائیں۔

آپ نے عیسائیوں، ہندوؤں، آریاؤں، روافض، خوارج اور قادیانیوں سے کامیاب مناظرے کئے اور شدھی و سنگھٹن تحریکوں کی مدافعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ صدرالا فاضل نے ہر سیاسی مسئلے کو کتاب وسنت کی روشنی میں پرکھا اور زندگی بھر دین سے خارج کسی نظریئے کو نہیں اپنایا، آپ کے زمانے میں برصغیر میں بڑی بڑی تحریکوں نے جنم لیا، لیکن آپ ہر اُس تحریک سے مجتنب رہے جس کا انجام دین سے دوری اور قومی وملی تباہی تھا۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ صدرالا فاضل نے فاضل بریلوی کے حقیقی نائب اور معتمد خاص ہونے کا حق ادا کیا اور زندگی بھر تبلیغ اسلام، حفاظت وحمایتِ ناموس مصطفیٰ ﷺ اور غلبۂ دین کی بحالی کیلئے مصروفِ عمل رہے۔

صدرالا فاضل کے صحیفۂ حیات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ محقق،

مصنف، مفسر ومحدث، مفکر، صحافی، شاعر، ادیب کے ساتھ نقاد ومناظر، مہتمم ومنتظم، حکیم و خطیب اور بے مثال قائد بھی تھے۔ پروفیسر عبدالقیوم لکھتے ہیں:

"آپ نہایت صائب الرائے، مدبر و مفکر، ملکی وغیر ملکی حالات وواقعات پر پوری طرح نظر رکھتے تھے۔ اہلسنّت وجماعت کے مختلف طبقات میں اتحاد پیدا کر کے ایک دوسرے کے قریب لانے میں آپ کو بڑا کمال حاصل تھا۔ بنارس آل انڈیا سنّی کانفرنس کے نام سے غیر منقسم ہندوستان کے تقریباً پانچ صد علماء ومشائخ جو متعدد سلاسل سے تعلق رکھتے تھے، ایک مرکز پر جمع کر دینا ایک ماہر نباض کا ہی کام تھا، جو آپ نے کر دکھایا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کے خلفاء میں آپ کو ایک عظیم مقام حاصل تھا۔ (37)

☆......☆......☆

حوالہ جات

(1) خلفاء امام احمد رضا، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، ص128

(2) خلفائے محدث بریلوی، از۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، ص123

(3) تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم، پروفیسر مسعود احمد، ص21

(4) ماہنامہ ترجمان اہلسنّت کراچی، اگست 1971ء جلد1، شمارہ2، ص39

(5) السواد الاعظم جمادی الآخر 1349ھ ص11۔ بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم، پروفیسر مسعود احمد، ص181

(6) السواد الاعظم ماہ رجب المرجب 1349ھ ص6-5، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص186

(7) "دو قومی نظریہ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی" مضمون، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

(8) السواد الاعظم، شوال المکرم 1338ھ ص24، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص202

(9) السواد الاعظم، شعبان المعظم، 1339ھ ص18-16، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص203

(10) السواد الاعظم، شعبان المعظم، 1339ھ ص22، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص204

(11) السواد الاعظم، شوال المکرم، 1338ھ ص17، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص221-220

(12) السواد الاعظم، جمادی الاوّل، 1339ھ ص1، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص223

(13) السواد الاعظم، شوال المکرم، 1338ھ ص16-15، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص226-225

(14) السواد الاعظم، شوال المکرم 1338ھ ص17-16، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص227-226

(15) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص7

(16) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 42-43
(17) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 76
(18) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 43
(19) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 47-48
(20) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 114-115
(21) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 118
(22) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 134
(23) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 210-211
(24) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 210
(25) مکتوب گرامی، مفتی اعظم بنام ناظم مرکزی صدر دفتر بریلی بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف، مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 223
(26) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 179-182
(27) تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، مولف۔ مولانا محمد شہاب الدین رضوی، ص 186-187
(28) السواد اعظم، جمادی الاول 1348ھ، ص 23، بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، ص 184-185
(29) مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، از پروفیسر اشتیاق طالب، ص 14، رضا اکیڈمی لاہور
The Struggle for Pakistan Page No.116-117(30)
(31) تحریک پاکستان میں خلفا ءامام احمد رضا خان کا کردار 1920 سے 1947 تک، پی ایچ ڈی مقالہ، از۔ ڈاکٹر محمد حسن امام، جامعہ کراچی، ص 126
(32) روزنامہ جنگ، لاہور 13 اکتوبر 1990ء
(33) السواد الاعظم، شعبان المعظم 1349ھ بمطابق جنوری 1931ء مراد آباد
(34) ماہنامہ السواد الاعظم شوال وذیقعد، ص 13-14
(35) مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، پروفیسر اشتیاق طالب، ص 23
(36) حیات صدر الافاضل، از م۔ غلام معین الدین نعیمی، ص، 186
(37) تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند جلد 2، ص 423، پنجاب یونیورسٹی لاہور

☆ عیسوی کیلنڈر کے حساب سے یہ تاریخ 12 اگست 1928ء بنتی ہے جو کہ درست معلوم نہیں ہوتی، شاید سمجھنے یا کتابت میں مغالطہ ہوا ہے۔

☆......☆......☆

مجدد دین و ملت امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلویؒ ارشاد فرماتے ہیں

۱...... عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، با قاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲...... طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

۳...... مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان توڑ کر کوشش کریں۔

۴...... طبائع طلبہ کی جانچ ہو جس کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے، یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں، کچھ واعظین، کچھ مصنفین، کچھ مناظرین، پھر تصنیف و مناظرہ میں بھی توزیع (تقسیم) ہو، کوئی کسی فن پر کوئی کسی پر۔

۵...... ان میں جو تیار ہو جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً، وعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں۔

۶...... حمایت (مذہب) ورد بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

۷...... تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شایع کیے جائیں۔

۸...... شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعداء کے لیے اپنی فوجیں میگزین رسالے بھیجتے رہیں۔

۹...... جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰...... آپ کے مذہبی اخبار شایع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں قیمتاً اور بلا قیمتاً روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔